سوال

(255) کلمہ کفر کہنے سے اس کا نکاح شرعاً فسق ہوجاتا ہے۔ یا نہیں؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک عورت کسی دنیاوی غرض کےلئے یا محض نکاح فسخ کرانے کےلئے اپنی رضامندی یا والدین مجبور کرنے سے عدالت میں جا کر اپنی زبان سے کہہ دے۔ کہ میں عیسائن یا سکھنی ہوں۔ یا اسلام کے ماسوا کسی اور مذہب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے درواں حالیکہ اسلام سے متنفر نہیں اور جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ وہ غیر از اسلام کسی اور مذہب کے لوگوں سے کسی قسم کا تعلق پید نہیں کرتی۔ اور نہ ان میں شمولیت حاصل کرتی ہے۔ کیا اس کا کلمہ کفر کہنے سے اس کا نکاح شرعاً فسق ہوجاتا ہے۔ یا نہیں کیا اس کا کلمہ کفر۔ ان آیات پر محمول ہے یا نہیں۔

1 .....إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ   وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ

2.....وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِي

3.....قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا   قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ

4 .....مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ

حالانکہ آیت مذکورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقط امنا واسلمنا وکفرنا وعصینا کہنے سے مومن یا کافر نہیں ہوسکتا۔ باوجود زبان سے مومن ہونے کا وعدہ کرے۔ اور دل میں کفر ہو۔ اور دل میں ایمان ہو اور زبان پر کفر برخلاف اس کے قائل کی علامات اور اس کی علامات ظاہر ہی سے پورا پتہ چل جاتا ہے۔ جیسا کہ

فَامْتَحِنُوهُنَّ   اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ   فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ

سے واضح ہے۔ کہ اگر مہاجرات امتحان میں آکر مومنہ ثابت ہوجایئں تو کفار سے ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں کفار کی طرف لوٹانا منع ہے۔ لیکن اگر وہ امتحان میں ناکام رہیں اور مومنہ ثابت نہ ہوسکیں۔ تو انہیں کفار کی طرف لوٹادینے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت ان کا نکاح کفار سے نہیں ٹوٹتا۔ ظاہر ہے کہ جب محض زبان سے امنا کہنے پر کفار کا نکاح نہیں ٹوٹتا تو مسلمہ کا نکاح طوعا وکرھا محض زبانی ارتداد سے کیسے ٹوٹ سکتا ہے۔ جب کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہو۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے۔ کہ

لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق رواہ ابوداود وابن ماجہ

ان آیات واحادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا نکاح کیسے فسخ ہوسکتا ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ وہ اسلام ہی میں رہتی ہے۔ اور اس میں کفر کا کوئی اور کام نہیں پایا جاتا۔ سوائے اس کلمہ کے جو عدالت کے روبرو کہہ کر نکاح فسخ کراتی ہے۔ اس کے بعد اپنے مسلم خاوند کے سوا کسی اور مسلم سے نکاح کرلیتی ہے۔ حالانکہ حدیث وارد ہے۔

عن ابن عباس قال اسلمت امراۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتزوجت فجاء زوجہا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد کنت اسلمت وعلمت

باسلامی فانتوعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زوجہا الاخرورد ہاالی زوجہا الاول رواہ ابوداود

علماء کو اس بارے میں اظہار خیالات کا حق حاصل ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

قلبی کیفیت کو سوائے خدائے عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہم ظاہر پر حکم لگانے کے مامور ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

یعنی بظاہر جو سلام کہے۔ تم اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ہلا شققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا۔ اور جو روایات آپ نے لکھی ہیں۔ ان میں علم خدوندی کا ذکر اور اسی کا حکم ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ ہم لوگ کسی کے دل پر حکم نہیں لگا سکتے دل پر خدا کا حکم ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص 15 اپریل 1938ء)

شرفیہ

یہ صحیح ہے اور بحکم

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ

بعد تکلم باختیار کلمہ کفر ارتداد ثابت اور نکاح فسخ پھر اگر اسلامی قانون جاری ہو تو بعد ارتداد بحکم حدیث نبوی مشکواة جلد 2 ص 307 مرتد کے لئے تو توبہ جان بخشی نہیں پھر دوسرا نکاح کیسا؟ (ابو سعید شرف الدین)

معلقہ اور مرتدہ کا نکاح

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (النساء)

پچھلے دنوں اکثر اخبارات میں یہ تحریک جناب ناظم جمعیۃ العلماء ہندیہ چرچا عام ہوا کہ آج کل اکثر عورتیں اپنے خاندان کے ناروا سلوک سے تنگ آکر مجبور ہوجاتی ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طریق سے ان کے ظلم و ستم سے رہائی حاصل کریں۔ اور وہ اسی صورت میں اپنے ناحق شناس خاوند کے پنجہ استبداد سے نکلنے کے لئے کسی اور مذہب کی پناہ لینے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ اور غیر مذاہب والے نہایت خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر ہوکہ مسلمان کمزور ہوگئے۔ سست۔ بے ہمت۔ اور بے غیرت ہوگئے۔ اور یہ کہ مذہب اسلام میں ایسی عورت کے لئے ارتداد کے سوا اور کوئی نجات کی صورت ہی نہیں ہے۔ ایسے ہزاروں واقعات ہورہے ہیں۔ کہ بے شمار بھولی بھالی اور باعصمت عورتیں جن کے دل میں اسلام کی

حمیت ہے۔ اور وہ مسلمان گھرانوں کی ہیں۔ قرآن واحکام اسلام کی عظمت ووقار ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ وہ صالحات قانتات ہیں۔ وہ خاندان کے عزت وناموس کی حافظات ہیں۔ لیکن بے انصاف خاوند کے سلوک سے تنگ آکر اس کے بے جا تشدد سے مجبور ہوکر اور اس کا اپنے ساتھ انسانیت سے گرا ہوا سلوک دیکھ کر نہایت حسرت ویاس کے عالم میں جرات کر بیٹھتی ہے۔ کہ آغوش عیسائیت یا آریت میں پناہ گزین ہوں۔ جب دیکھتی ہے کہ اس کے تمام حقوق نظر انداز ہورہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ خاوند کی طرف سے وحشیانہ برتاؤ ہو رہا ہے۔ تو ناچار یہ سمجھ کر کہ اسلام میں رہ کر انکے پاس رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اپنا مذہب تبدیل کرلیتی ہیں۔ آہ کہ مسلمان بچی جس کے کان میں عمر بھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائے جاں نواز سے اکثر آشنا رہے ہیں۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر قربان ہو۔ اور جس کے سینہ میں کلام اللہ شریف کی سی متبرک کتاب محفوظ ہو جو زبان سے کوئی کلمہ کفر اٹھاتے ہوئے کانپ اٹھتی ہو۔ جو بات بات پر خدائے لایزال کا خوف رکھنے والی ہو۔ عالم یاس میں پنجہ عیسائیت میں گرفتار ہوکر ایک خدا کے بجائے تین ماننے پر مجبور ہوتی ہے۔ بے ادب ہوتی ہے گستاخ بن جاتی ہے۔ وہ لعل جو ایک مسلم گھرانے کے لئے باعث زینت اور آرائش تھا۔ خانہ تثلیث میں جا کر باعث زیبائش بنتا اور بدقسمت قوم مسلمان کی بے شمار مصائب میں ایک اور کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ

یہ سب کچھ ہماری غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں کا الزام سراسر ہمارے اوپر عائد ہوتا ہے۔ ان جملہ نتائج کے حقیقی ذمہ دار ہمارے علمائے کرام ہیں۔ جو عمر یک طرفہ ڈگری ہی دیتے رہے۔ اور حقوق نسواں کی طرف سے عوام کو یکسر غافل رکھا۔ حالانکہ قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ ''عورتوں سے عمدہ سلوک کیا کرو''

فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ

ترجمہ ''نیک لوگوں پر حق ہے کہ عورتوں سے اچھا سلوک کریں۔ اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ اور ان کو تنگ کرنے کے لئے نہ روکو۔ اور جو ایسا کرے اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔''

فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ

ترجمہ۔ ''روکنا ہے اچھی طرح یا چھوڑ دینا ہے احسان کرکے''

کاش مسلمان اپنے گھروں میں کم از کم اسلامی تعلیم ضروری مسائل تو ضرور سکھادیتے۔ آج مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت نہیں کہ اس پر روئیں۔ ایک تکلیف نہیں کہ اس پر رنج کریں۔ ایک ذخم نہیں کہ اس کے اندمال کی تجویز ہو۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا بھم

ہزاروں مصیبتیں ہیں۔ ڈر ہے بھوک ہے۔ اموال کی بربادی ہے۔ مسلمان من حیث القوم تباہ ہورہے ہیں۔ اپنے امیدوں کے درخت کٹے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ حکومت ان سے بدظن برادران وطن ان کے لئے بغلی گھونسہ اور تمام سختیوں سے بڑھ کر یہ آپس میں ایک دوسرے سے بدظن بدگمان۔ ایک دوسرے کے حاسد اور خون کے پیاسے ایک وقت تھا کہ جب بنگال پر انگریزوں کا تسلط ہوا علی دیروی خان۔ اور نواب سراج الدولہ جیسے غیور مسلمانوں کا دور دورا ختم ہوا۔ امیر جعفر جیسے محسن کش اور ملت فروش نواب بر سر مسند آئے۔ تو گو اس وقت یہ نواب برائے نام ہی تھے۔ اور اصل اقتدار اس وقت انگریزوں ہی کا تھا۔ لیکن تاہم وارن ہیسٹنگز کے عہد تک تمام فیصلے اور تمام مقدمات مسلمان قضاۃ ہی کے سپرد تھے۔ لیکن جوں جوں مسلمان اخلاقا اور ایمانا کمزور ہوتے گئے۔ شریعت کی بجائے دفعات قوانین ہند قبول کرتے گئے۔

اگر آج مسلمان ہمت کر کے کم از کم معاملات نکاح اور طلاق ہی اپنے ہاتھ میں لے لیں اور ایسے معاملات کو عدالت تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آئے تو ایک گو نہ اس آئے دن کی مصیبت ارتداد سے نجات ہو جاتی۔

بھلا بتاؤ کہ اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ کہ ایک عورت اپنے خاوند کے برے سلوک سے تنگ آ کر چاہتی ہے کہ اس سے رہائی حاصل کرے۔ اسے خلع کا مسئلہ معلوم ہے۔ وہ کچھ رقم پیش کرتی ہے۔ لیکن وہ ناخدا ترس قبول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی رہائی دیتا ہے۔ اور نہ ہی گھر لا کر سلوک کرتا ہے۔ اور نہ ہی سلوک سے رکھتا ہے۔ اب اس کا علاج سوائے ڈنڈے اور طاقت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یا یہ کہ برادری والے یا محلہ دار خدا ترس ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واقف ہوں۔ اور اس پر اخلاقی دباؤ ڈالیں۔ تاکہ وہ اس طریقہ سے ہی عمل کرے۔ شریعت نے مردوں پر بھی مساویانہ زمہ داریاں عائد کی ہیں۔ اگر ایک مرد ایک عورت کو بے جا تنگ کرتا ہے۔ اور وہ عورت اس کے پاس رہنا پسند نہیں کرتی۔ تو اس صورت میں شریعت مطہرہ نے اس کے لئے بھی قانون بنا رکھا ہے۔ کہ وہ کچھ رقم دے کر یا مہر واپس کر کے خاوند سے علیحدہ ہو جائے اور ایک طہر کے بعد کسی اور جگہ اپنے سینگ سمالے۔ اس طریق کو شریعت مطہرہ میں خلع کہتے ہیں۔ خلع میں ضروری نہیں کہ زوجین میں رضا مندی ہو۔ جیسے کہ میرے مکرم دوست منشی ہدایت اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث مورخہ یکم شعبان میں تحریر کیا ہے۔ بلکہ تفریق تک تو نوبت تب ہی جاتی ہے جب کہ زوجین کی باہمی رنجشیں اور کدورتیں بڑھیں۔ اور صفائی نا ممکن ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ کہ خلع بلا رضا مندی خاوند کے نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ خلع کی صورت ہی تب پیدا ہوتی ہے۔ کہ جب جانبین میں مناقشات اس حد تک ہو جایئں کہ اصلاح نہ ہو سکے ملاحظہ ہو۔

اذا كوهت المراة زوجها لقبح منظرها اوسوء عشرتها وخافت ان لا تودي حقه جازان تخالعه عل عرض لقوله تعالى فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ وروي ان جميله بنت سهل كانت تحت ثابت بن قيس بن التماس وكان يضربها فاتت الى النبى صلى الله عليه وسلم وقلت لا انا اولاثابت وما اعطانى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذ منها فاخذ منها فقعدت فى بيتها

(کتاب المہذب وفقہ شافعی جلد 2 ص 75)

یعنی جب عورت کا خاوند بد شکل اور کریہہ منظر ہو۔ یا اس کے حقوق زوجیت سے غافل ہو جائے۔ اور اسے یہ ڈر ہو کہ یہ بناہ مشکل ہو گا۔ تو اس حالت میں وہ کچھ عوض دے کر خاوند سے اپنا فیصلہ کرا سکتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے پاس صبح صبح ہی شکایت لے کر آئی کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مارا ہے۔ میں اس کے پاس نہیں رہوں گی۔ اپنا سب کچھ (مہر) مجھ سے لے لے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اور ان میں تفریق کرا دی دوسری جگہ ہے۔

والخلع والمباح بلا كراهية ان تكره المراة صحبة الزوج ولا يمكنها القيام باداء حقوقه فتخرج فتختاج نفسها لقوله تعالى فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ الاية

(الدار البهدة روضة الندية ص 145)

یعنی اگر عورت مرد کے پاس رہنا نہ چاہے تو خلع کرالے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ اگر زوجین باہمی حقوق کی نگہداشت نہ رکھ سکیں۔ تو عورت فدیہ دے کر علیحدہ ہو جائے۔ بلکہ عورت کو یہاں تک آذادی دی گئی ہے۔

ولوامتلعت نفسها بلا سبب فجائز مع الكراهية لان النبى صلى الله عليه وسلم اصحابه لم يقتشوا عن سبب الاختلاع من جانبها وروضة الندية

یعنی اگر عورت بلاوجہ بھی خلع پر مصر ہو۔ تو مع الکراہیت جائز ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت زیادہ نہیں پوچھا۔ محض اس کے سر سری بیانات ہی پر فیصلہ دے دیا۔ ابو داؤد میں ہے۔

عن جميلة بنت سهل الانصارية انها كانت تحت ثابت بن قيس وان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج الى الصبح فوجد جميلة بنت سهل عنه بابه فى الغلس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذه قالت انا حبيبة بنت سهل فذكرت ما شاء الله ان تذكر وقالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما اعطانى عندي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لثابت خذ منها وجلست فى اهلها

عن عائشۃ ان حیبۃ بنت سہل کانت عند ثابت بن قیس بن شماس حضربہا فکر بعضہا فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الصبح فاشتکتہ الیہ فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابتا فقال خذ بعض ما لہا وفارتہا فقال ویصلح ذلک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قال فانی اصدقتہا حدیقتین وہما بیدہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خذہا وفارتہا

(ابو دائود مع عون المعبود)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں ایک عورت حیبہ یا جمیلہ صبح صبح ہی جب کہ آپ ﷺ نماز صبح کو نکلے آپ ﷺ کے دروازے پر آن کھڑی ہوئی آپ ﷺ نے پوچھا تو کون ہے۔ تو عرض کرنے لگی کہ میں ہوں حیبہ بنت سہل اور اپنا تمام واقعہ سنا دیا۔ اور کہا کہ میں اپنے خاوند ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہوں۔ اس نے مجھے مارا بھی ہے۔ دیکھئے میری ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور میں اس کا سب کچھ (مہر) دینے کو تیار ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ثابت کو بلا کر فرمایا کہ بھائی اس سے کچھ مال لے لو۔ اور اسے چھوڑ دو۔ ثابت بے چارے کی کیا مجال تھی کہ دم مارتا وہاں دبی زبان میں یوں کہا کہ یہ مناسب اور درست ہے۔ (کہ مجھ سے کچھ پوچھا بھی نہیں گیا) آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ پھر کہا آپ نے تو نے اسے مہر میں دو باغ دیئے ہوئے ہیں۔ اور وہ اسی کی ملکیت میں ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے باغ لے لے۔ لیکن اسے چھوڑ دے۔ چنانچہ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

اور دوسری جگہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب اسنے آکر رسول اللہ ﷺ سے اپنا تمام حال سنایا تو آپ ﷺ نے وہیں بغیر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلائے فیصلہ کر دیا۔ اور ان کی تفریق کر دی۔ لیکن جب یہ خبر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی۔ کہ میرے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا ہے۔ تو کہا

قد قبلت قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(تنقید الہدایہ 2 للمولوی وحید الزمان)

اب ہم ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی کیفیت نہیں جانتے کہ یک طرفہ فیصلہ سن کر کس دل سے کہا لیکن کہا ضرور کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو منظور کیا'' غور فرمایئے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی شان میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ

اما ترضی ان تعیش حیدا وتموت شہیدا وتدخل الجنۃ

ان کی بیوی آپ ﷺ کے پاس آکر اظہار کراہت کرتی ہے۔ کہ میں ثابت کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ تو رسول اللہ ﷺ عورت کو فیصلہ دے دیتے ہیں۔ اب ان حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ ''خلع بلا رضا مندی خاوند کے نہیں ہوسکتا'' نہیں بلکہ جیسے مرد کو طلاق دینے میں آزادی ہے۔ ایسے ہی عورت جب اپنے مرد کے سلوک سے تنگ ہو اور اس کے پاس رہنا نہ چاہے تو اس سے خلع کروا سکتی ہے۔ آزادی حاصل کر سکتی ہے۔ تو پھر کیا ضرورت کہ ارتداد کے دروازے پر دستک دیوے۔ (عبد الرحمٰن خلیل قریشی منشی فاضل حکیم حاذق از نظام آباد ضلع گوجرانوالہ۔ اخبار اہلحدیث امرتسر 22 اپریل 1937ء)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 2 ص 202

محدث فتویٰ